

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیوژن پر پیش کیا جانے والا سلسلہ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(۸)

انقلابِ نبویؐ کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا...﴾ (سبا: ۲۸)

جامع البینین اور آخر المرسلین ہونے کی حیثیت سے آں حضور ﷺ پر نبوت و رسالت کا صرف اختتام ہی نہیں ہوا بلکہ اتمام و اکمال بھی ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ ایک بعثت خصوصی الی اہل عرب اور ایک بعثت عمومی پوری نوعِ انسانی کی طرف۔ اگرچہ نظری طور پر تو یہ بھی ممکن تھا کہ آنحضور ﷺ اپنی ان دونوں بعثتوں کے ضمن میں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کا آغاز بیک وقت فرمادیتے، یعنی جیسے ہی آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنی رسالت کا دعویٰ ظاہر فرمایا اسی وقت آپ امراء و سلاطین کے نام بھی خطوط ارسال فرمادیتے، لیکن آپ نے اپنی دعوت و تبلیغ میں جس حکمت اور جس تدریج کو پیش نظر رکھا اس کا یہ نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ۶ھ تک جبکہ صلح حدیبیہ واقع ہوئی اور گویا کہ اہل عرب نے نبی اکرم ﷺ کی قوت کو تسلیم کر لیا، آنحضور ﷺ نے اپنی تمام تر توجہات اندرونِ ملک عرب مرکوز رکھیں اور بیرونِ ملک عرب اپنی کسی دعوتی کوشش کا آغاز نہیں فرمایا۔ البتہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے دعوتی نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے قیصر روم کے نام بھی، کسریٰ فارس کے نام بھی اور آس پاس کی دوسری چھوٹی حکومتوں جیسے مقوقس شاہ مصر، نجاشی شاہ حبشہ، رؤسائے یمامہ اور رؤسائے شام کے نام بھی۔

یہ بات واضح رہے کہ روم اور فارس کو گویا اس وقت کی دو سپر پاورز کی حیثیت حاصل تھی۔ آنحضور ﷺ کی اصل اہم سفارتیں انہی دو سلطنتوں کی طرف ارسال

ہوئیں۔ حضرت وحیہ کلبیؑ قیصر روم کے دربار میں اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؑ کسریٰ کے دربار میں بھیجے گئے۔ قیصر اور کسریٰ کا طرز عمل ایک دوسرے سے بالکل متضاد سامنے آیا۔ قیصر عیسائی تھا، صاحب علم تھا، وہ جانتا تھا کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اس نے نامہ مبارک کی بھی قدر کی اور آپ ﷺ کے سفیر کی بھی عزت افزائی کی۔ بلکہ ہمیں تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح پوری سلطنت اسی طرح اسلام کو قبول کر لے جیسے ماضی میں پوری سلطنت روم نے عیسائیت کو اختیار کیا تھا، تاکہ اس کی بادشاہت اور حکومت کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ لیکن افسوس وہ اس میں ناکام رہا اور یہی بادشاہت، سیادت اور ذنیوی اقتدار اس کے پاؤں کی بیڑی ثابت ہوا اور وہ دولت ایمان سے محروم رہ گیا۔ اس کے برعکس رویہ سامنے آیا کہ نبی اکرم ﷺ کو دیا اور نہایت غیظ و غضب کے عالم میں اپنے یمن کے گورنر بازان کو یہ حکم بھیجا کہ محمد (ﷺ) کو گرفتار کر کے ہمارے دربار میں پیش کیا جائے۔ حضور ﷺ نے اس پر تبصرہ فرمایا کہ ”کسریٰ نے میرا خط چاک نہیں کیا بلکہ اپنی سلطنت کے پرزے کر دیئے ہیں۔“ جیسا کہ خلافت راشدہ کے دور میں یہ پیشین گوئی فی الواقع پوری ہوئی۔ اسی طرح متوقس شاہ مصر کی طرف سے بھی ہر قل قیصر روم ہی کا سا طرز عمل سامنے آیا، بلکہ اس نے حضور ﷺ کے نامہ مبارک کی تکریم بھی کی اور ہدایا بھی حضور ﷺ کی خدمت میں ارسال کئے۔ نجاشی والی حبشہ پہلے ہی ایمان لایچکے تھے۔ الغرض نبی اکرم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ اس طرح ملک سے نکل کر اطراف و جوانب کی طرف وسعت اختیار کر گیا۔

اس ضمن میں یہ واقعہ پیش آگیا کہ رؤسائے شام میں سے ایک شخص شُرْحُبیل بن عمرو غسانی نے نبی اکرم ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمر آزدیؑ کو شہید کر دیا۔ یہ تھا واقعہ جس کے نتیجے میں قصاص کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ایک جیش روانہ فرمایا اور یہ گویا کہ تمہید ہو گئی سلطنت روم کے ساتھ ایک مسلح تصادم کی۔ چنانچہ تین ہزار کا ایک لشکر نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؑ کی سرکردگی میں اس قتل کے قصاص کے لئے روانہ کیا، ادھر سے شُرْحُبیل بن عمرو ایک لاکھ کا لشکر لے کر چلا۔ جب حضرت زید بن عمروؑ کے لشکر نے مجلس مشاورت منعقد کی۔ تین ہزار اور ایک لاکھ

کے مابین ظاہر ہے کہ کسی مقابلہ کا کوئی سوال نہیں تھا! لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو سامنے رکھا کہ ہم تو اصل میں شہادت کے طلب گار ہیں، ہمارے لئے فتح یا شکست بے معنی ہے، ہمیں تو جامِ شہادت نوش کرنا ہے۔ چنانچہ موتہ کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ان کے بعد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا۔ وہ بھی شہید ہوئے اور ان کے جسم پر زخموں کو گنا گیا تو نوے (۹۰) زخم تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری نے علم سنبھالا۔ وہ بھی شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی جنہیں حضور ﷺ نے اس معرکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو کامیابی سے دشمن کے زرخے سے بچالانے پر سِنْفٌ مِّنْ سِنِيْفٍ اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔ اگرچہ مقابلہ تو بہر حال نہیں ہو سکتا تھا اور عام معنی میں فتح حاصل ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمالِ تدبیر کے ساتھ اپنے لشکر کو غنیمت کے زرخے سے نکال لیا اور واپس تشریف لے آئے۔ جنگ موتہ جو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی ہے، یہ گویا کہ نبی اکرم ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست کا وقت کی ایک عظیم مملکت سلطنت روما کے ساتھ پہلا مسلح تصادم تھا۔

اس کے بعد کچھ خبریں ملتی شروع ہوئیں کہ رومی فوجیں جمع کر رہے ہیں اور حملے کا ارادہ رکھتے ہیں، غسان کے تمام قبائل مجتمع ہو کر مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کے نقشے بنا رہے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی طرف سے اقدام فرمانے کے لئے تمام مسلمانوں میں ایک نفیر عام کا اعلان کروادیا۔ یہ وقت گویا کہ بڑا ہی نازک تھا۔ سلطنت روما کے ساتھ ککراؤ کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ سلطنت کہ جس کے پاس لاکھوں کی Standing Armies موجود تھیں، جن کی فوجیں پوری طرح تربیت یافتہ اور قواعد حرب سے پورے طور پر آگاہ اور ہر طرح کے اسلحہ سے پورے طور پر مسلح تھیں، ان کے ساتھ مسلح تصادم کا مرحلہ درپیش تھا۔ چنانچہ نفیر عام ہوئی کہ ہر صاحب ایمان کو اس معرکہ میں شرکت کے لئے نکلنا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صرف اسی ایک موقع پر نفیر عام ہوئی ہے جسے غزوہ تبوک یا سفر تبوک کا نام دیا گیا ہے جو ۹ھ میں پیش آیا۔ یہ وہ وقت ہے جب کہ شدید گرمی کا موسم تھا، ایک طویل مسافت طے کرنی تھی، سلطنت روما کے ساتھ پہلا مسلح تصادم تھا، جتنا اس کی کمی تھی، رومد ساتھ لے جانے کے

لئے موجود نہ تھی۔ اُس وقت اہل نفاق کا نفاق پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ چنانچہ سورہ توبہ میں جہاں اُس وقت کے حالات پر بڑا بھرپور تبصرہ ہے، منافقین کی طرف سے اس ضمن میں جو جو کچھ کہا گیا اس کا پورا ذکر موجود ہے۔

الغرض اہل ایمان نے پورے صبر اور ثبات کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی پکار پر لبیک کہا۔ تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر نبی اکرم ﷺ نے حبوک کی طرف کوچ کیا جس میں دس ہزار کا رسالہ بھی شامل تھا۔ حضور ﷺ سرحد شام پر پہنچ کر حبوک کے مقام پر قیام پذیر ہوئے اور بیس دن تک وہاں قیام فرما رہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر قل قیصر روم نے مقابلے سے پہلو تہی اختیار کی، اور اس کا سبب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب علم تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیوا، آسمانی کتابوں کو جاننے والا تھا۔ وہ پہچان چکا کہ رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کرنے کے معنی یقینی شکست کے ہیں، لہذا وہ پہلو تہی کرتا رہا، طرح دیتا رہا، مقابلے میں نہ آیا، حالانکہ اس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں مسلح فوج موجود تھی۔

حبوک میں حضور ﷺ بیس دن تک قیام فرما رہے۔ آس پاس کے جو بھی قبائل تھے ان کے سردار اور رئیس آکر حضور ﷺ کے ساتھ اطاعت کا عہد و پیمان کرتے رہے۔ اور اس طرح عرب کی جو ایک اسلامی ریاست قائم ہوئی اسے گویا کہ جزیرہ نمائے عرب میں پورا استحکام حاصل ہو گیا۔ اس کا رعب پورے عرب پر چھا گیا اور اس کی دھاک اطراف و جوانب پر بیٹھ گئی۔ اور نبی اکرم ﷺ بغیر کسی مسلح تصادم کے مدینہ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد اپنے مرض وفات میں نبی اکرم ﷺ نے پھر ایک حبش تیار کر رکھا تھا جس کی سرکردگی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھی۔ یہ ہے درحقیقت تمہید اُس تصادم کی جو نبی اکرم ﷺ کی حیات دنیوی کے آخری دور میں وقت کی دو عظیم ترین سلطنتوں کے ساتھ، جس کا آغاز ہو گیا تھا اور یہی بعد میں خلافت راشدہ کے دوران اسلامی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

۹ھ میں نبی اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج کی حیثیت سے

متبعین فرمایا۔ لیکن جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روانہ ہو چکے تھے، سورہ توبہ کی

ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ گویا کہ حضور ﷺ کو حکم دے دیا گیا کہ اعلانِ عام کر دیا جائے اس حج کے موقع پر تمام مشرکین کے لئے کہ عرب کے تمام وہ لوگ کہ جو شرک پر کاربند رہنا چاہیں، وہ کان کھول سن لیں کہ اب ان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور ان سے کامل براءت ہے۔

﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فسيحوا في الأرض أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝ وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ ۝﴾

(التوبہ : ۱-۳)

﴿اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کئے تھے۔ پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور یہ کہ اللہ مکررین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔ اعلانِ عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کیلئے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔﴾

اب ان کو آخری الٹی میٹم دیا جا رہا ہے کہ چار مہینوں کی مدت کے ختم ہونے کے فوراً بعد ان کے خلاف عام اقدام شروع کر دیا جائے گا۔ اب یا وہ اسلام قبول کر لیں اور اگر کفر اور شرک پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو جزیرہ نمائے عرب کو خیر باد کہہ کر جہاں سینگ سمائیں چلے جائیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلانِ عام کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور ۹ھ کے حج کے موقع پر یہ اعلانِ عام ان قبائل کے وفد کے سامنے کر دیا گیا جو حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔

۱۰ھ میں اب بنس نفیس تشریف لاتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع کے لئے۔ اس حج کے موقع پر معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے کونے کونے سے سوا لاکھ کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوئے۔ گویا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تیس برس کی محنت شاقہ کا حاصل میدانِ عرفات میں جمع ہو گیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے عرفات میں بھی

خطبہ دیا اور منیٰ میں بھی خطبے ارشاد فرمائے۔ اور ان ہی خطبات کو یکجا کر کے خطبہ حجتہ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک جانب تو حضور ﷺ نے ابتداء ہی میں اپنے وصال کی خبر دے دی کہ :

”لوگو! شاید کہ دوبارہ اس مقام پر ملنا نصیب نہ ہو!“

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کو Finishing touches دیئے۔ اہم چیزوں کا دوبارہ اعادہ کیا۔ اسی کے ضمن میں آپ نے فرمایا :

”پوری نوع انسانی سماجی اعتبار سے بالکل برابر ہے۔ کسی انسان کو کسی دوسرے

انسان پر کوئی فضیلت نہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی

گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔“

یہ ہے وہ بیچر جس کا باخصوص ذکر کر رہا ہے ایچ جی ویلز اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ یہ اصول

جو محمد عربی (ﷺ) نے بیان فرمایا، یہ محض ایک وعظ نہیں تھا، واقعاً محمد (ﷺ) نے ان ہی

اصولوں پر ایک معاشرہ بالفعل قائم کر دیا۔

خطبے کے آخر میں اب حضور ﷺ نے لوگوں سے ایک سوال کیا :

((أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟)) ”لوگو! میں نے پہنچا دیا یا نہیں؟“

اور مجمع عام نے بیک زبان یہ جواب دیا :

إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَّحْتَ

”ہاں حضور ﷺ! ہم گواہ ہیں کہ آپ نے حق تبلیغ ادا کر دیا، حق امانت ادا کر دیا،

حق نصیحت ادا کر دیا۔“

حضور ﷺ نے تین مرتبہ سوال کیا اور تین ہی مرتبہ پورے مجمع نے یہی جواب دیا اور اس

کے بعد آپ نے تین مرتبہ انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

اشارہ پہلے آسمان کی طرف اور پھر لوگوں کی طرف کیا اور فرمایا :

((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ))

”اے اللہ تو بھی گواہ رہ! اے اللہ تو بھی گواہ رہ! اے اللہ تو بھی گواہ رہ!“

یہ گویا کہ عملی تفسیر ہے سورہ فتح کی اس آیت کے آخری حصے کی کہ :

(باقی صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ کیجئے)